ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

ڈاکٹر شاہین مفتی بطور تانیثی نقاد: اردو تنقید کا ایک اہم حوالہ

Dr. Shaheen Mufti as a feminist Critic: A Critical Reference in Urdu criticism

حفصہ ثانیہ

پی ایچ۔ڈی اسکالر (اردو)، دی ویمن یونیورسٹی ملتان

hafsasania1193@gmail.com

0303-6405562

ڈاکٹر عذرا پروین

ایسوسی ایٹ پروفیسر (اردو)، دی ویمن یونیورسٹی ملتان

ABSTRACT

In the world of literature, creativity and criticism are eternally related. The painter tries to improve his creation by looking anew, the writer at his writing, and the critic at his criticism. Although theoretical criticism in Urdu had started in the nineteenth century, the twenties is the century of practical criticism. In which theoretical and practical criticism go hand in hand. There is no doubt that criticism refreshes the spirit of literature because criticism is directly related to the critic and it is necessary for the critic to show full responsibility while understanding and interpreting a work of art. Taking into account the responsibilities of a critic, the proposed research paper "Critical evaluation of the representative tendencies of three critics in Urdu criticism" found with selected critic (Dr - shaheen mufti as a feminist critic: an important reference in urdu criticism.) Dr. Shaheen mufti as a feminist critic tries to see shaheen mufti as a feminist critic.

Keywords:

Creative mind. Modern manifestation. Point of consciousness. Constructed meaning. Conceptual relationship. The feminine idiom. Conscious crying

دنیائے ادب کے ہر دور میں ادب کی تفہیم کے لیے مختلف اصول و نظریات سے کام لیا جاتا رہا ہے۔ انہی اصولوں کی وجہ سے تنقید کے کئی نئے رجحانات سامنے آتے رہے ہیں۔ جس دور میں ترقی پسند تحریک پروان چڑھی اور اس کے زیر سایہ سماجی اور عمرانی تنقید کا رجحان بڑھا اس وقت مغرب میں تنقید کے نئے رجحانات و نظریات بھی اپنی تیز رفتار زندگی کے سبب پروان چڑھ رہے تھے۔ جن کے باعث وہاں زندگی کی قدروں کے ساتھ سماجی و تہذیبی تبدیلیوں اور ادبی زاویے روز بروز تبدیل ہو رہے تھے۔ سائنس کی دنیا میں پرانے نظریات و حقائق کی جگہ نئے تجربات و حقائق لے رہے تھے۔ ان حالات میں مغرب کی ادبی تنقید میں تبدیلی اور نئے رجحانات کا در آنا فطری عمل تھا۔

یورپ میں مغربی تنقیدی نظریات میں فطری تبدیلی نے پوری دنیائے ادب کے ناقدین کو متاثر کیا تاہم اردو کے بہت سے ناقدین بھی مغربی تنقید کے نظریات سے متاثر ہوئے۔ اردو تنقید میں ان نظریات میں رومانویت، حقیقت پسندی، ساختیات، پس ساختیات، تشکیل رد تشکیل، وجودیت، جدیدیت، نفسیات اور اسلوبیات وغیرہ پر بہت سارے توضیح نوعیت کے مقالے تو لکھے گئے مگر ان نظریات سے استفادہ کرتے ہوئے کسی ادبی فن پارے کی پرکھ کے معیارات تشکیل دینے کا عمل کم ہی نظر آتا ہے۔ کسی بھی ادبی فن پارے کو سمجھ کر ممکنہ تنقیدی معیارات تشکیل دینے کے لیے ایک تخلیقی ذہن کا ہونا ضروری ہے انہی تحلیقی ذہن ناقدین میں ایک نام ڈاکٹر شاہین مفتی کا بھی ہے۔

ڈاکٹر شاہین مفتی انگریزی ادبیات کا گہرا مطالعہ اور شعور رکھنے والی اردو نقاد ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خواتین اردو تنقید نگاروں میں پہلا باقاعدہ نام ممتاز شیریں کا ہے اور ان کے رتبے اور ادبی قد کاٹھ میں کمی نہیں لائی جا سکتی مگر ان کے بعد خواتین ناقدین میں ڈاکٹر شاہین مفتی کی تنقیدی خدمات قابل ذکر ہیں۔ ڈاکٹر شاہین مفتی ادبی دنیا میں شاعری، تحقیق اور تنقید کے میدان میں اپنا منفرد مقام پیدا کر چکی ہیں۔ ان کی تحریروں میں جدیدیت، وجودیت اور تانیثیت جیسے تنقیدی افکار شعوری و فکری بصیرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ ان کے اردو تنقیدی مضامین کا آغاز ان کے اپنے بڑے بھائی منظر مفتی پر لکھے گئے تنقیدی مضمون "سرمئی سائے" سے ہی ہو گیا تھا۔

ڈاکٹر شاہین مفتی کا زیادہ تر رجحان دوسری جنگ عظیم کے بعد ابھرنے والی تحریک وجودیت کی طرف رہا کیونکہ اس دور میں پاکستانی ادب بھی اس تحریک سے بہت متاثر نظر آتا ہے۔ لیکن شاہین مفتی نے بعض ناقدین کی طرح صرف وجودیت کی تاریخ بیان نہیں کی بلکہ "جدید اردو نظم میں وجودیت" جیسا اہم کام کر کے اقبال سے کشور ناہید تک تمام اردو شعرا کی شاعری میں وجودی نظریات، مباحث اور وجودی اصطلاحات کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔

شاہین مفتی کے نزدیک وجودیت کا آغاز (1596۔1650) ڈیکارٹ رینے سے ہوا۔ اس کے بعد وہ بالترتیب پاسکل، کانٹ ہیگل، کیرکیگارڈ، کامیو اور کولسن ولسن تک سارے وجودی فلسفہ اور نظریات کا مختصراً تعارف بیان کرتی چلی جاتی ہیں۔ شاہین مفتی کا بڑا کارنامہ پاکستانی وجودی مباحث اور اصطلاحات پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ اقبال، ن۔م راشد، میراجی، فیض احمد فیض، احمد ندیم قاسمی، منیر نیازی اور انیس ناگی کی شاعری میں موجود وجودی اصطلاحات، مباحث اور خیالات و نظریات کی تلاش اور ان کا تجزیہ پیش کرنا ہے۔ جہاں وہ مرد حضرات کی شاعری کا چناؤ کرتی ہیں، وہیں وہ خواتین نظم نگار شاعرات کو بھی نظر انداز نہیں ہونے دیتیں بلکہ فہمیدہ ریاض اور کشور ناہید جیسی بڑی نظم گو شاعرات کی شاعری کا باریک بینی سے تفصیلی تجزیہ پیش کرتی ہیں۔ اس حوالے سے وہ خود لکھتی ہیں:

> "جدید مظہریت کے افق پر ایک موجودگی ان پاکستانی نظم گو شاعرات کی بھی ہے۔ جن کی نظمیں انسانی مظلومیت، تاریخی جبر، جنسی دہشت، قانونی لا قانونیت اور جذباتی زناکاری کی ایسی تمثیل ہیں جنہیں آغاز میں تمسخر، تضحیک اور تشکیک کی نگاہ سے دیکھا گیا۔"[i]

شاہین مفتی نے انگریزی کی بارہ شاعرات پر تنقیدی مضامین کا ترجمہ کیا۔ اس ترجمہ شدہ کتاب کا نام "امکان کی بازیافت" رکھا گیا۔ شاہین مفتی نے ان مضامین کو ترجمہ کر کے ان امریکی شاعرات کے لسانی اظہار کے توسط کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی۔ وہ ان شاعرات کے لسانی اظہار کے توسط سے ہی سمجھنے کی کوشش کرتی ہیں کہ کس طرح یہ شاعرات زندگی اور موت کے پھیلاؤ میں نسوانی وجودیت اور اس کی موجودگی کو برقرار رکھنے کے امکانات کے فیصلے کرتی ہیں۔ شاہین مفتی نے انہی امریکی شاعرات کی طرح اپنے مضامین میں اپنے خطے کی خواتین کے لیے مسرت، ہمدردی اور محبت کی فضا تلاش کرتے ہوئے نسوانی ناآسودگیوں کا جائزہ اسی طرح پیش کرتی ہیں جس طرح کا اظہار انہیں امریکی شاعرات اور ناول نگار خواتین کے ہاں ملتا ہے۔

شاہین مفتی کی تحریروں میں تحلیل نفسی کا نظریہ بھی کارفرما نظر آتا ہے۔ کیونکہ ان کی بعض تحریروں میں نفسیاتی تنقید کے نمونے جا بجا ملتے ہیں۔ ان کے نزدیک نفسیاتی تنقید دو طرح سے کارآمد ثابت ہوتی ہے۔ ایک طرف تخلیقی عمل کے مطالعہ میں خیال آفرینی کے تازہ رجحانات پیدا ہوتے ہیں تو دوسری طرف مصنف کے ذہنی رویے اور اس کے عہد کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ شاہین مفتی کے نزدیک نفسیاتی تنقید اپنے اندر جمالیاتی رجحان بھی رکھتی ہے۔ شاہین مفتی کی تحریروں کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تحریروں کا زیادہ تر حصہ "تانیثیت" کے زمرے میں بھی آتا ہے۔ جیسا کہ وہ اپنے ایک انٹرویو میں بتاتی ہیں کہ:

> "کسی حد تک ہمارے معاشرے کی عورت کو انسان نہیں سمجھا گیا۔ وہ ایک ماحولیاتی اور جذباتی گھٹن کا شکار ہے۔۔۔۔۔
> ہم سمجھتے ہیں ہماری ماں یا بہن صرف خدمت کے لیے ہیں ہم انہیں توجہ اور محبت دینے کو تیار نہیں۔"[ii]

شاہین مفتی کشور ناہید اور فہمیدہ ریاض کے حوالے سے جب "تانیثیت" کی بات کرتی ہیں تو اپنے تجربے میں انگریزی ناقدین کے ہاں پائے جانے والے تانیثی نظریات سے مماثلت بھی پیش کرتی چلی جاتی ہیں۔ تانیثی حوالے سے شاہین مفتی کے نظریات کو دیکھا جائے تو ان کے نزدیک عورتوں کو ان کے بنیادی حقوق سے بھی محروم رکھا جاتا ہے اور بعض اوقات تو انسانی درجہ بندی میں انہیں کسی درجے میں نہیں رکھا جاتا۔ اس طرح ان کی تحریروں میں ان کا واضح نسائی شعور ظاہر ہوتا ہے۔ یوں بھی گائینو کریٹیسزم میں ہی عورتوں کے تصور کو بہتر طور پر پورٹریٹ کیا جاتا ہے۔ فیلو سینٹرک پورٹریٹ میں ہمیں عورت کی خارجی صورت حال کی عکاسی تو مل جاتی ہے تاہم اس کی اندرونی کیفیت کا ملنا مشکل ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

”امکان کی بازیافت“ شاہین مفتی کی ایسی تنقیدی کتاب ہے جس کی بدولت شاہین کو پہلی تانیثی نقاد کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔۔"امکان کی بازیافت" شاہین مفتی کی ایسی تصنیف ہے جو کہ عمدہ تراجم پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں دس امریکی شاعرات، دوناول نگاراور دیگر مضامین شامل ہیں۔"امکان کی بازیافت" جون 2008ء میں گجرات سے وائیٹل پریس کچہری نے شائع کی۔ اس کتاب میں شامل تمام مضامین مختلف ادبی رسائل وجرائد میں شائع ہوتے رہے بعدازاں انہیں کتابی صورت میں جمع کرکے کتاب میں شامل مضامین میں سے ایک مضمون "امکان کی بازیافت" کے نام پر رکھا گیا۔ اس کتاب کا انتساب یاسمین، فیری اور روزی کے نام کیا ہے۔ انتساب کے بعد شاعرات کو شاعری کی زبان میں ہی اعزاز دیتے ہوئے لکھتی ہیں:

”جب تم ہمیں دفن کرنے کے بعد اپنی کہانی بیان کرو
توہماری لازوال زندگی کا بھی ذکر کرنا
ہم جو ایک ندی تھیں۔۔۔۔۔۔اس لامتناہی دریا سے ہمکنار ہوئیں
جس کے سفر کی ابھی ابتداء نہیں ہوئی اور جو
لفظ ممکن کی تمثیل ہے۔“[iii]

”امکان کی بازیافت“میں 20 ترجمہ شدہ مضامین شامل ہیں۔ ان مضامین میں بیشتر کسی مخصوص معاشرے میں اپنی ایک خاص ثقافتی فضاء قائم کئے ہوئے ہیں یہ ایسی فضاء ہے جس میں دیوانگی اور خودکشی ایک مخصوص اجتماعی عمل میں ڈھلتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ اس ثقافتی فضا میں بسنے والے زیادہ تر لوگ موت کو ہی آخری آزادی اور آخری اعتراف سمجھتے ہیں اور شاہین مفتی کی اس کتاب میں کئی ایک موجود مضامین اسی اعتراف کی گتھی کو سلجھانے پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ان امریکی شاعرات کے لسانی توسط سے اس نقاد خاتون نے اپنے قاری کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ زندگی اور موت کے اس پھیلاؤ میں نسوانی وجودیت اپنی موجودگی کے امکانات کے بارے میں کیا فیصلے صادر کرتی ہے اور یہی فیصلے کس طرح زندگی کی ایک مبہم وضاحت پیش کرتے ہیں جب کہ انہی وضاحتوں میں ابہام خود کبھی کبھی امکان کی بہت بڑی دلیل ثابت ہوتا ہے۔ جن شاعرات کو شاہین مفتی نے اپنے مضامین میں شامل کیا یہ وہ شاعرات ہیں جن کے ہاں جنسی تفاوت، جنسی شناخت اور عمرانی وسیاسی جہات میں ایک مخصوص عہد کی وہ عورتیں شامل ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو ایک مخصوص چوکھٹے میں دیکھنا چاہا یہ تاریخ نسوانی ہے یا پھر عورت کی قسمت اور نسوانی کمزوری کا المناک فیصلہ ؟۔

ان شاعرات کے لسانی اظہار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ خواتین وہ عورتیں جنھیں ملکیت یا ترکہ سمجھا جاتا ہے۔ ان کی شناخت کا احاطہ کرنا ناممکن ہوتا ہے اس لیے یہ شاعرات اپنے تصور میں خدا کو اس لیے زندہ رکھتی ہیں کہ انسانوں نے اسے اپنے تصور ہی سے تخلیق کیا ہے۔ شاہین مفتی بھی ان شاعرات سے متاثر نظر آتی ہیں۔ یہ وہ مضامین ہیں جن میں اسی مسرت، ہمدردی اور فضا کا کھوج لگایا جاسکتا ہے جن کے ذریعے نسوانی ناآسودگیوں کا جائزہ لیا جاسکے یہ وہ ناآسودگیاں ہیں جن کا اظہار نہ صرف ان شاعرات کی زبان سے ہوتا ہے بلکہ ان کے ساتھ ساتھ مغربی ناول نگار خواتین کے ہاں بھی نظر آتا ہے اور خود ڈاکٹر شاہین مفتی کے ہاں بھی اسی ناآسودگی کا اظہار ملتا ہے۔

”امکان کی بازیافت“کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ شاعرات اور مغربی ناول نگار خواتین کی ہلکی پھلکی سوانح اور ان کے لسانی اظہار کے حوالے سے ہے جب کہ دوسرے حصے میں وہ تراجم شامل ہیں جو انسانی جبلتوں کی بھرپور عکاسی کرنے میں عمرانی معاملات کو ایک فلسفی کی آنکھ سے دیکھتے ہوئے ان کے نفسیاتی عوامل پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ فلسفہ کے نکات کو سلجھانے میں استقلال کا راستہ بھی دکھاتے ہیں جو ہماری زندگی کو نئی جہات عطاء کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

”امکان کی بازیافت“میں ایملی ڈکسن شاعرہ کے لیے ”متبادل رشتوں کی ضرورت“ کے نام سے دیا گیا ہے۔ یہ مضمون ادبی جریدہ ادبیات میں شائع ہوچکا ہے۔ اس مضمون کے ابتدائی صفحہ پر ایملی ڈکسن کی کوٹیشن اسطرح سے دی گئی ہے کہ یہ کوٹیشن ایملی کی زندگی پر اثرانداز ہونے والے عوامل کی بہترین نمائندگی کرتی ہے۔

“ Are you no body too? I'am nobody ! Who are you?”

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

ایملی ڈکنسن اظہار ذات کی جستجو میں اس کتاب میں شامل باقی امریکی شاعرات اینی سکیسٹن۔ سلویا پلاتھ، اور ڈور تھی پار کر کی طرح اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے انسانی ادراک و فہم کے مغالطوں میں بھٹکتی پھرتی ہے۔ اس کے اس مغالطے سے کبھی حسرت زدہ سی صورت بر آمد ہوتی ہے اور اسی مغالطے میں ہی وہ تخلیق کی ربوبیت یا الوہیت کے دربار تک پہنچ جاتی ہے۔ اس سارے سلسلۂ سفر کی افادیت اور موزونیت کے مباحث کی ان گنت توضیحات کرتے ہوئے ڈاکٹر شاہین مفتی نے لکھا ہے کہ:

”اسی نقطۂ شعور میں شعری اسلوب کی وہ ساختہ معنویت بھی چھپی ہوئی ہے جسے عرف عام میں انفرادی اور شخصی دریافت کی ایک کوشش کہا جاسکتا ہے۔ جدید امریکی شاعرات کی طرح ایملی بھی دریافت کے انہی راستوں پر گامزن ہیں۔“[iv]

اسی طرح دیکھا جائے تو فرائیڈ کے شعوری معاملات سماوی حدود سے ماورا ہیں لیکن شعوری انہدام اور دماغی خدشات کے درمیان کچھ ایسی حدود کا تعین کیا جانا ممکن ہوتا ہے۔ جنہیں عام طور پہ ماضی، حال ظاہر، باطن، حقیقی، مجازی، امکانی اور غیر امکانی قسم کی اصطلاحات کا نام دیا جاسکتا ہے۔ ایملی کی شاعری بھی ماضی حال، امکانی وغیر امکانی، حقیقت و مجاز، موت اور زندگی سے مایوس کن تعلق کی وضاحت کرتی ہے۔

ایملی ڈکنسن کی شاعری میں زندگی اور موت کے درمیان جو فاصلہ قائم ہوا ہے وہ دراصل موت کو خوش آمدید کہنے کے وقت کی تیاری ہے۔ اسی تیاری میں ایملی کی زندگی اور شاعری اضطراب اور سکون سے لبریز ہوتی ہے تو کہیں انتہائی تنہا اور خاموشی کے جامد لمحات کی طرح زندگی کے خلا کو آسمانی نیلاہٹوں سے بھر دیتی ہے اسی مقام پر ایملی اپنی روح اور جسم کی قیود سے خود کو آزاد کر لیتی ہے۔ اس دوران خدا اور ایملی کے درمیان شاعری مکالمے کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ ایملی کی شاعری میں ڈاکٹر شاہین مفتی کے نزدیک بہت زیادہ جلوے موجود ہیں لیکن اس سب کے باوجود ایملی عوامی شاعر نہیں بن سکی۔

شاہین مفتی کا یہ مضمون ”متبادل رشتوں کی ضرورت“ جو انہوں نے ایملی ڈکنسن کے حوالے سے لکھا ہے یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس شاعرہ یعنی ایملی نے بظاہر انسانوں سے کٹ کے زندگی گزاری مگر اس نے انسانوں سے کٹ کر انسانی دنیا میں زندہ رہنے کے لیے جو خوبصورت تصوراتی رشتے تخلیق کیے ہیں ان رشتوں نے ایملی کو ایک ایسی آواز بنا دیا ہے جس کی موجودگی نے اس کی آواز کو اس کے وقت اور زمان کی قیود سے آزاد کر کے موت کے حصول سے ہمکنار کر دیا ہے۔

”نسوانی محاورہ“ شاعرہ میرین مور کے لیے لکھا گیا ہے۔ شاعرہ میرین مور کی شاعری کے سلسلے میں ناقدین کا خیال ہے کہ میرین مور کی شاعری کی خوبی ہے کہ اسکی شاعری میں نسوانی اور روزمرہ محاورے پائے جاتے ہیں۔ اس لیے ڈاکٹر شاہین مفتی نے اس کی شاعری و شخصیت کا ذکر کرنے کے لیے اس مضمون کا نام نسوانی محاورہ رکھا ہے۔ میرین مور کی شاعری میں عورت اپنے پورے وجود ظاہر و باطن کے ساتھ موجود ہے۔ میرین کی محبت فطری معاملات کے گرد گھومتی ایثار اور محبت کی دیوی ہے۔ اپنے فطری اور معصومیت بھرے جذبات کو کھونے نہیں دیتی۔ وہ مردوں کی طرح بچپن میں ہی ایثار اور فطری معصومیت سے دستبردار نہیں ہو جاتی۔ میرین کی شاعری نسوانی ہونے کی وجہ سے بہت سے ایسے ناقدین کی کڑی تنقید کا نشانہ بنی جو عورت کے دماغ کو خانگی کوڑا کرکٹ کا ڈھیر سمجھتے ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر شاہین مفتی لکھتی ہیں:

”اس قسم کی تنقید سے قاری ہمیشہ مخمصے میں پھنس جاتا ہے کہ شاعرہ کی تعریف کی گئی ہے یا مذاق اڑایا گیا ہے۔ رانڈل جیرل مور کے بارے میں لکھتا ہے۔ اس کا اعزاز زنانہ طریقہ اظہار ہے، ایک خاص قسم کی پاک دامنی جسے مردوں پر منطبق نہیں کیا جاسکتا، بلیک مر مور کی خاصیت کی طرف اشارہ کرتا ہے اور جون کرو وی رینسن مردانہ خصوصیات کی کمی کو سراہتے ہوئے اسے "انٹی لکچوئل انڑسٹ" قرار دیتا ہے۔“[v]

ناقدین کے ہاں میرین مور کی تحریریں جس خود حفاظتی تناظر میں دیکھی جاتی رہی ہیں ان کے ہاں اس کی اصطلاحات اور نفسیات میں چھپے ہوئے مضمرات کا حوالہ نہیں ملتا جب کہ میرین مور کی نسوانیت کوئی معمولی چیز نہیں کیونکہ میرین مور باقی شاعرات کی طرح نظم کو بہتر انداز میں تحریر کرنے کا مشورہ نہیں دیتی۔ بغیر کسی مشورے کے وہ اپنی تحریر کے ذریعے ایسی ترغیب دیتی ہے کہ ہمارے تصورات پہ حکمرانی کیے بغیر وہ ہمارے محتاط شاعری ہمارے استعارے کے پھیلاؤ کی آخری لائنوں کی مخصوص انداز میں وضاحت اور اسی سے پیدا ہونے والی تاثر کے بارے میں بتاتی چلی جاتی ہے بالکل اسی طرح جب عورت کے انکسار اور عظمت و عفت کے تصور کو منفی رویوں اور قدروں سے

جوڑنے کی بات کی جاتی ہے تومیرین مور کے یہاں سپردگی اور خود حفاظتی کے معنی ہتھیار پھینکنا یا مرد کی برتری تسلیم کرنا نہیں بلکہ وہ اس عمل کو خود حفاظتی کہتے ہوئے اس سے ایک مضبوط اور مثبت راہ نکالتی ہے اور عورت کو واحد طاقت قرار دیتی ہے جو خود کو دنیا کی مضبوط طاقت سمجھتے ہوئے مرد کی مردانگی کی طاقت کا خاتمہ کر دیتی ہے۔اس سلسلے میں میرین مور کی نظم جو شاہین مفتی نے لکھی ہے وہ یہ ہے:

> ”کوئی کنیٹر اس کے ذائقے کو خراب نہیں کر سکتا ڈائن سے کہا گیا ہے وہ تنکے کو سنہری دھاگہ سمجھے اور کاتنے کا عمل جاری رکھے۔یہ صرف آدمیوں کا خیال ہے جو کہتے ہیں یہ نسوانی مزاح ہے جو ہم سے قطعی مختلف اور ہمارا مخالف ہے اسی باعث وہ محدود اور گنوار پن کے کام کرتی ہے اور اسے غنیمت جانتی ہے۔ایک دن وہ عقل مند ہو جائے گی اور یہ سب چھوڑنے پر مجبور ہو گی۔اپنے تجربے کی ناکامی کے باعث اسے لوٹنا پڑے گا۔پانی کی اپنی ہی سطح ہوتی ہے۔ اور وہ ہنستے ہیں یہ کہتے ہوئے ”پانی جب بہاؤ میں ہو تو وہ کوئی سطح مرتب نہیں کرتا۔“شاید انھوں نے نہیں دیکھا”جب رکاوٹیں حد سے بڑھ جائیں تو خود چڑھنا شروع کر دیتا ہے۔اور آپ اپنا معیار بن جاتا ہے۔“[vi]

اس نظم میں میرین مور کی شخصیت پوری طرح ابھر کر سامنے آتی ہے۔اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی وہ مزاج ہے جسے مرین مور نے عورت کی آزادی کی مزاحمت میں اسکی شناخت کا عمل قرار دیا ہے،اس نظم کے ذریعے ڈاکٹر شاہین مفتی نے مرین مور کی اس طاقت اور خود حفاظتی کی نشاندہی کی ہے جس میں مرین کے ہاں بلندی کے مختلف معنی میں تجربات کی مختلف اشکال کا ظاہر ہونا مراجعت کی مصنوعی طریقہ کار سے مختلف ہے۔یہی وہ سطح ہے جس کی بحالی کو مور ایک طاقت ور اور تخلیقی و تہذیبی رشتہ قرار دیتی ہے میرین مور اپنی شاعری سے خواتین کو اپنے حفاظتی نظام اور محتاط رویے سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کا ڈھنگ سکھاتی ہے۔

ڈاکٹر شاہین مفتی نے ”نسوانی فخر ومباہات“ کے نام سے ناول نگار جین آسٹن (1775ء) کیلئے لکھا ہے۔یہ تنقیدی مضمون رسالہ "ادبیات" میں شائع ہو چکا ہے۔اس مضمون میں موجود ناول نگار جین آسٹن نے اپنے ناولوں کا بنیادی موضوع "میرج سنابری" رکھا ہے۔ "اُبھرنے اور ڈوبنے کے درمیان" کے نام سے ناول نگار ورجینا وولف کے لیے لکھا گیا مضمون ہے۔ورجینیا وولف عالمی ادب میں نہایت مقبول ناول نگار ہیں۔ ورجینیا وولف اپنے کرداروں میں جو زیادہ تر متاثر نظر آتی ہیں ان میں گھر کے افراد، ماں، باپ، بہن، بھائی اور رشتہ داروں کے ساتھ ساتھ دوست احباب کے کردار شامل ہیں۔ورجینا کے ناول افسانے، مضامین اور سوانح ایک مستقل شعوری رو میں بدل گئے اور زمان و مکان میں ڈھل گئے جو ورجینیا کی ایک الگ پہچان قائم کر گئے۔اس کتاب کا دوسرا حصہ مختلف عالمی ادب کے فلاسفروں کی ترجمہ شدہ تحریریں ہیں جنہیں شاہین مفتی نے ایک دوزبانوں میں ترجمہ کیا ہے۔یہ ایسے مضامین ہیں جو مشکلات میں جینے کا حل دینے والوں فلسفوں پر مبنی ہیں اور کچھ مضامین منطق، ہیئت اور وجودیت کے بارے میں لکھے گئے ہیں۔ان لکھنے والوں میں رونالڈوس، فرائیڈ، الفرڈ، ایڈلر اور سارتر جیسے مصنفین کے ترجمہ شدہ مضامین شامل ہیں جو خود شاہین مفتی کے قلم سے ترجمہ ہوئے۔ یہ تمام فلاسفر حالات کو ایک حکیم کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مشکل اوقات میں استقلال کا راستہ دکھانے میں ہماری مدد کرتے ہیں۔

شاہین مفتی کی تمام تخلیقات کا جائزہ لینے کے بعد یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک منجھی ہوئی تخلیق کار اور بصیرت افروز نقاد ہیں۔شاہین مفتی نے جن ادیبوں کی تخلیقات کو تنقیدی زاویے سے دیکھا ہے ان میں عصری حالات، سیاسی صورت حال اور معاشرتی اقدار کو بھی ملحوظ خاطر رکھا ہے۔”جدید اردو نظم میں وجودیت“میں وجودی فلسفے کو تفصیل سے بیان کر کے نظم نگاروں کی تخلیقات سے وجودیت کے عناصر کو پیش کیا ہے۔”فیض احمد فیض کی شاعری میں رنگ کی اہمیت“کا جس گہرائی اور گیرائی سے انہوں نے جائزہ لیا ہے یہ تحقیقی و تنقیدی مشقت ان کا خاصہ ہے۔شاہین مفتی نے یوں تو مرد ادیبوں کا بھی تحقیقی و تنقیدی نقطۂ نظر سے جائزہ لیا ہے۔تاہم ان کے یہاں تانیثی مطالعہ کثرت سے ملتا ہے۔وہ صرف ہندوپاک کی شاعرات کو موضوع نہیں بناتیں بلکہ بیرون ممالک کی تخلیقی ہستیوں پر بھی نظر رکھتی ہیں۔ مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ شاہین مفتی ایک بہت اہم شاعرہ ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ ایک بہترین مترجم اور نقاد بھی ہیں۔ان کی کتابیں ان کے تخلیقی ذہن کی طرح تخلیقی انتقاد کا شاہکار ہیں۔

حوالہ جات

1) شاہین مفتی،ڈاکٹر،جدید اردو نظم میں وجودیت(لاہور:سنگ پبلی کیشنز،1997ء)،ص431۔

2) منیر الدین کعبی،پروفیسر،مکالماتِ شاہین مفتی(گجرات:زجاج،2011ء)150۔

3) شاہین مفتی،ڈاکٹر،امکان کی بازیافت(گجرات،وائٹل پریس،جون2008ء)،ص2۔

4)ایضاً،ص10۔

5)ایضاً،ص26۔

6)ایضاً،ص38۔